مولانا سید اخلاق حسین قاسمی دہلوی
شیخ التفسیر جامعہ رحیمیہ شاہ ولی اللہ (انڈیا)

(دوسری قسط)

خصوصیات صحابہ رض کرام، قرآن کی روشنی میں

توحید کا تحفظ

صحابہ کرام کے فطری اسلام کی وضاحت ہمیں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی زندگی کے تین اہم واقعات میں ملتی ہے۔ جن میں ان حضرات نے نہ صرف اسلام کے بنیادی رکن توحید پر استقامت دکھائی بلکہ توحید الٰہی کے تحفظ کا حق ادا کیا۔

۱۔ پہلا واقعہ حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو خطاب کرنے کا ہے۔

۲۔ دوسرا واقعہ صلح حدیبیہ کے ببول کے درخت کا کٹوانا ہے۔

۳۔ تیسرا واقعہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول۔ بحمد اللہ لا بحمدک۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کا جذبۂ وحدانیت جوش میں آگیا، خیال آیا کہ اس مرکز توحید میں ایک پتھر کی یہ اہمیت کہ اسے چوما جا رہا ہے۔ عوام کے لئے یہ تعظیم فتنہ بن سکتی ہے، اس کا دروازہ بند کیا جائے۔ جوش میں آکر حجرِ اسود کو مخاطب کر کے فرمایا۔

والله انک حجر، لا تنفع ولا تضر

خدا کی قسم! اے حجر اسود، تو صرف ایک بے اختیار پتھر ہے، تیری ذات سے نہ کسی کو نفع پہنچتا ہے اور نہ نقصان پہنچتا ہے۔

اس نعرۂ وحدت میں حضرت خلیل اللہ کی دعوتِ توحید کا جلال پوشیدہ تھا، جب آپ نے فرمایا تھا۔

وتالله لا كيدن اصنامكم بعد ان تولو مدبرين ○ فجعلهم جذا ذاً الا كبيراً لهم لعلهم اليه يرجعون ○ (انبياء ٥٧۔ ٥٨)

خدا کی قسم! تمہاری باطل عقیدت کو توڑنے کے لئے تمہارے جانے کے بعد میں ان بتوں کی خبر لوں گا، چنانچہ ابراہیمؑ نے ایک بڑے دیوتا کو چھوڑ کر سب کا چورا چورا کر دیا۔

پھر فرمایا۔

اے حجر اسود! میں تجھے صرف اس لئے چومتا ہوں کہ میں نے اپنے نبی کو چومتے دیکھا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جس ببول کے درخت کے نیچے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعۃ الرضوان لی تھی۔ اس درخت کی لوگوں نے زیارت شروع کر دی تھی، یقیناً وہ درخت بابرکت تھا۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اذ يبايعونا انک تحت الشجرة

لیکن دور اول میں اس کی زیارت کا اہتمام مستقبل میں اس کی پرستش کی صورت پیدا کر سکتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اس خطرہ کا احساس فرمایا اور عقیدۂ توحید کی حفاظت کی خاطر اسے کٹوا دیا۔

بزرگوں کے آثار کی تعظیم درست ہے لیکن اگر اس میں عوام کی طرف سے عقیدت مندی کے غلبہ کا اندیشہ ہو تو اس میں حد درجہ احتیاط کرنا ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ کو فتح مکہ کے موقعہ پر حضورؐ کا یہ ارشاد گرامی یاد تھا کہ آپؐ نے فرمایا، آج میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں لوگوں کو اپنے ہاتھ سے زم زم کا پانی پلاؤں اور یہ خدمت انجام دوں لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ میرے بعد لوگ اسے میری سنت قرار دے کر اس پر عمل شروع کر دیں گے اور لوگوں کے لئے پریشانی پیدا ہو جائے گی۔

تیسرا واقعہ حضرت صدیقہ عائشہؓ کا ہے۔

منافقین کی طرف سے لگائی جانے والی تہمت کے بعد جب رسول پاکؐ اور خانوادۂ صدیق کے ایمان کی آزمائش پوری ہو گئی تو حضرت صدیقہ کی صفائی میں قرآن کریم نازل ہو گیا۔

رسول اکرمؐ حضرت صدیقہؓ کے پاس ان کے میکے میں تشریف لے گئے۔ سیدہ صدیقہؓ کو بشارت سنائی، والدہ ام رومان نے کہا۔

قومی الیہ ...... بیٹی کھڑی ہو جاؤ اور حضورؐ کا شکریہ ادا کرو، حضرت صدیقہؓ نے فرمایا۔

لا احمده ولا احمد كما ولكن احمد الله الذى انزل براءتى

میں نہ رسول پاکؐ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور نہ آپ دونوں کا بلکہ اس خدا کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری صفائی میں قرآن نازل کیا۔

حضرت صدیقہؓ کے جواب میں گستاخی کا پہلو نہیں بلکہ جلال توحید کا وہ رنگ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے اس قول میں نظر آ رہا ہے۔

حسبی سوالی علمہ بحالی ...... مجھے کسی کی امداد نہیں چاہیئے، میرا رب کافی ہے۔

رسول پاکؐ نے بھی حضرت صدیقہ کے جواب کو گستاخی نہیں سمجھا بلکہ اسے شانِ توحید کے جلال پر محمول کیا، حضرت عائشہؓ کے مزاج سے حضورؐ واقف تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے، عائشہ! میں تمہارے مزاج سے خوب واقف ہوں، جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتی ہو ...... ورب محمدؐ ...... قسم ہے محمدؐ کے خدا کی اور جب ناخوش ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ ..... ورب ابراہیم ...... قسم ہے ابراہیم کے خدا کی۔

اصولی جماعت کی بنیاد، توحید فی الحکم، قانونی برتری

امۃ مسلمہ اور ایک اصولی جماعت کی بنیاد توحید فی الحکم کے عقیدہ پر قائم ہوتی ہے اور توحید کی یہ قسم نہایت نازک اور اہم ہے۔

توحید فی الحکم کا مطلب یہ ہے کہ حکم دینا، شریعت وضع کرنا اور مخلوق کے لئے زندگی کا نظام بنانا صرف خداوند قدوس کا حق ہے، نبی و رسول حکم خداوندی کے شارح (قولی گواہ) اور شاہد (عملی گواہ) ہوتے ہیں۔

نبیؐ شریعت ساز نہیں ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل (حدیث و سنت) کے ذریعہ

شریعت کے احکام و عبادات میں جو تفصیلی ہدایات دیں وہ بھی وحی الٰہی کی روشنی میں دیں۔

علماء دین نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں..... ایک وحی متلو..... اور دوسری وحی غیر متلو..... یعنی قرآن کریم...... اور حدیث نبوی۔

توحید فی الحکم کی بنیادی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے جس صحابی رسول کو خدا تعالیٰ نے منتخب کیا وہ حضرت عمرؓ فاروق ہیں۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کرنے میں اپنے آپ کو پیچھے ہٹا لیا، یہ حق و باطل کی سیدھی ٹکر تھی، اس میں حق کے نمائندہ کا پسپائی پر راضی ہوجانا بڑا اہم مسئلہ تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جزوی معاملات میں اپنی رائے یا صحابہ کے مشورہ کے مطابق فیصلہ کر لیتے تھے۔ لیکن یہ معاملہ بنیادی تھا۔ اس میں کیا حضورؐ نے اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ کیا اور کیا یہ حق حضورؐ کو حاصل تھا؟

حضرت عمرؓ کے دل میں یہی اصولی سوال پیدا ہوا اور اس سوال کو حل کرنے کی غرض سے خدا نے آپ کے دل میں جذبۂ حق پیدا کیا اور آپ نے حضورؐ سے سوال کیا۔

یارسول اللہ! اولسنا بالمسلین اولیسوا بالمشرکین؟ قال علیہ السلام "بلیٰ" قال فعلام لعطی ألدنیتہ فی دیننا؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم..... انا عبداللہ ورسولہ لن اخالف امرہ ولن یضلعنی

(ابن کثیر ۱۹۶ جلد ۴)

اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ اہل اسلام اور وہ لوگ مشرکین نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ (بالکل ایسا ہی ہے) حضرت عمرؓ بولے "تو پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں ایسی ذلت و پسپائی کیوں برداشت کر رہے ہیں، اس پر آپؐ نے فرمایا، میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول، نہ میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتا ہوں اور نہ وہ مجھے ناکام ہونے دے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دینی فراست نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف اقدام کرنے کے معاملہ میں اہم رول ادا کیا لیکن اس سے زیادہ نازک قانونی مسئلہ میں انہوں نے حضرت عمرؓ کے اضطراب کو یہ کہہ کر دور کرنے کی کوشش کی کہ

الزم غرذہ حیث کان

عمرؓ! حضورؐ کی رکاب پکڑے رہ جس طرح ہوسکے۔

یعنی صدیق اکبر نے..... آمنا و صدقنا........ کا مقام اختیار کیا حضورؐ نے حضرت عمرؓ کا اضطراب دیکھ کر اسے اصولی انداز سے دور فرمایا۔

حضورؐ اپنی پیغمبرانہ فراست سے سمجھ گئے کہ عمرؓ کہاں بول رہے ہیں، پھر عمرؓ جہاں بول رہے تھے، حضورؐ نے اسی کے مطابق جواب دیا، فرمایا۔

عمرؓ! میں خدا کا رسول اور اس کا بندہ ہوں، میں خدا کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، یقیناً وہ مجھے برباد نہیں کرے گا۔

مسئلہ صاف ہو گیا کہ مشرکین کے مقابلہ میں حدیبیہ کی مغلوبانہ صلح اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہوئی۔ صرف حضورؐ کی ذاتی رائے سے نہیں ہوئی۔

حضرت عمرؓ یہ ضرور فرماتے ہیں کہ

ماذلت اصوم و اصلی و اتصدق واعتق من الذی صنعت مخافتہ کلامی الذی تکلمت بہ یومئذ حتیٰ رجوت ان یکون خیراً

(میں نے اس دن کی گفتگو کو سوء ادب سمجھ کر اس کے کفارہ کے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقہ دیا، غلام آزاد کئے۔ یہاں تک کہ مجھے امید ہے کہ یہ سب نیکیاں قبول کی جائیں گی)

لیکن یہ فرمانا حضرت عمرؓ کا تواضع کے طور پر تھا۔۔۔۔ درحقیقت اس میں جو دینی مصلحت پوشیدہ تھی اسے اوپر واضح کیا گیا۔

اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے ساتھ وفات رسولؐ کے موقع پر قرطاس کا جو واقعہ پیش آیا اس کا تعلق بھی اسی دینی مصلحت سے ہے۔

حضرات صحابہ کرام کے سامنے شرک فی الحکم کے سلسلہ میں سورہ توبہ (۳۱) کی وہ آیت موجود تھی جس میں نو مسلم عیسائی حضرت عدی ابن ابی حاتم کو خلجان پیدا ہوا تھا اور حضورؐ نے ان کے خلجان کو دور کرتے ہوئے فرمایا تھا...... عدی! کیا تم اپنے علماء و مشائخ کو شریعت ساز نہیں قرار دیتے، انہوں نے کہا جی ہاں، یہ بات تو ہے اس پر آپ نے فرمایا۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ

کا یہی مطلب ہے۔

توحید فی الحکم

کی چند مثالیں اور ہیں۔

۱۔ حضرت بریرہؓ اور مغیث صحابی کا واقعہ۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ اور یہود خیبر کا واقعہ۔

۳۔ میدان جہاد (مدین) کے گمنام مجاہد کا واقعہ۔

حضرت عبداللہ ابن رواحہ!

حضرت عبداللہ کا واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خیبر کے یہودیوں سے جزیہ کی رقم وصول کرنے کے لئے بھیجا، یہودی ایک رشوت خور اور سود خور جماعت تھی۔ اس نے اسلامی عامل حضرت عبداللہ کو پیسہ کا لالچ دے کر کہا۔

عبداللہ! ایسا کرو کہ جزیہ کی جو رقم تشخیص ہو اس کا آدھا حصہ تو تم مدینہ لے جاؤ اور آدھے حصہ میں سے ایک حصہ ہمارے لئے چھوڑ دو اور ایک حصہ اپنے پاس رکھ لو۔ اس طرح کچھ فائدہ تم کو بھی ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔ رسول پاکؐ کے اس عامل نے اس کا یہ جواب دیا۔

اے یہود! رسول پاکؐ کی محبت اور تمہاری عداوت دونوں میں سے کوئی چیز مجھے خیانت کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔

حضورؐ کی محبت میں تمہیں نقصان پہنچاؤں یا تمہاری عداوت میں حضورؐ کو فائدہ پہنچاؤں یہ مجھ سے نہیں ہو گا میرے ایمان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہے۔

عبد اللہ ابن رواحہ کے کام پر کوئی جاسوس مقرر نہیں تھا وہ جو کچھ کرتے کر سکتے تھے لیکن مالک یوم الدین پر ان کا ایمان تھا اس نے انہیں دولت کی طمع سے بچالیا

یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضیٰ عن القوم الفاسقین۔ (توبہ ۹۶)

یہ منافقین اگر جھوٹی قسمیں کھا کر اے نبی! تمہیں راضی بھی کرلیں تو اس سے کیا ہوتا ہے، خدا تعالیٰ تو ان نافرمانوں سے راضی نہیں۔

حضرات صحابہ کے اندر اس آیت پاک کا یقین موجود تھا۔

حضرت بریرہؓ!

حضرت بریرہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تربیت یافتہ باندی تھیں جنھیں آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حضورؐ نے بریرہؓ کا نکاح حضرت مغیثؓ کے ساتھ کر دیا بریرہؓ ایک حسین خاتون تھیں اور مغیثؓ ایک سیاہ فام شخص تھے شریعت کا قانون ہے کہ باندی آزاد ہونے کے بعد غلامی کے دور کا نکاح توڑ سکتی ہے۔

چنانچہ جب حضورؐ نے بریرہؓ کو آزاد کیا تو انہوں نے مغیثؓ سے ترک تعلق کا فیصلہ کر لیا، مغیثؓ نے بہت اصرار کیا مگر وہ باز نہیں آئیں ------ حضورؐ نے بریرہؓ کو مشورہ دیا کہ یہ نکاح قائم رکھیں مگر بریرہؓ نے حضورؐ کو نہایت قانونی قسم کا جواب دیا ----- بولیں۔

حضورؐ! یہ آپ کا ذاتی مشورہ ہے یا شریعت کا حکم ہے آپؐ نے فرمایا ------- میرا ذاتی مشورہ ہے، بریرہؓ بولیں، تو پھر حضورؐ! میں اسے قبول کرنے سے معذور ہوں ---- آپؐ نے سکوت فرمایا -------- اور بریرہؓ نے وہ رشتہ توڑ دیا۔

بریرہؓ حضرت عائشہؓ جیسی محدثہ اور فقیہ خاتون کی تربیت میں رہ چکی تھیں، صحابہؓ میں حضرت عائشہؓ کی قانون دانی مشہور ہے، اسی تربیت کا اثر تھا کہ بریرہ نے قانونِ شریعت کے سہارے حضورؐ کا ذاتی مشورہ قبول نہیں کیا۔

ایک عورت کو شریعت اسلامیہ نے جو قانونی قوت عطا کی ہے، اس کا اظہار بھی اس واقعہ سے ہو رہا ہے۔

ایک باندی کا ذاتی مشورہ قبول کرنے سے انکار کرنا نہ تو حضورؐ کے لئے باعث تکدر ہوا اور نہ جماعت صحابہؓ نے اسے سوء ادب سمجھا کیونکہ قانون کی بخشی ہوئی آزادی کا احترام بہر حال مقدم تھا اور ایسے نمونے بھی قائم ہونے لازم تھے۔

حضرت زینبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے ساتھ نکاح کا جو پیغام دیا

اور اسے حضرت زینبؓ نے شروع میں نامنظور کر دیا تو اس کی صورت یہ تھی کہ حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے حضورؐ کے پیغام کو حضور کا ذاتی مشورہ سمجھا اور قریش کی ایک معزز خاتون نے ایک غلام کے ساتھ رشتہ نکاح کو عرب معاشرہ کے رسم و رواج کے لحاظ سے معیوب تصور کیا------- لیکن جب قرآن کریم کی آیات---- وما کان لموسن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ الخ (احزاب ۳۶) نازل ہوئیں اور قرآن نے بتایا کہ یہ پیغام رسول پاکؐ کے حکم کی حیثیت رکھتا ہے اور خدا اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی ایک مومن مرد اور مومن عورت کے لئے جائز نہیں ہے تو پھر حضرت زینبؓ اور انکے بھائی نے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ نکاح ہو گیا۔

یہ الگ بات ہے کہ بعد میں ناموافقت کی وجہ سے یہ رشتہ ٹوٹ گیا۔

مدین کے گمنام مجاہد کا واقعہ!

فارس کے غزوہ میں جب مدین فتح ہوا تو ایک مجاہد کو دشمنوں کے سامان میں فارس کے حکمران کسریٰ کا بیش قیمت تاج ملا، یہ مجاہد اس تاج کو لے کر لشکر کے سپہ سالار حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت سعد نے اس قیمتی تاج کو دیکھا اور اس لانے والے ایماندار مجاہد کو دیکھا پھر فرمایا، تمھارا نام کیا ہے؟

اس مجاہد نے سعدؓ کی طرف سے منہ موڑا اور دروازہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا-------- میرے نام و نشان سے آپ کو کیا غرض-------- جس خدا سے مجھے اس نیک عمل (ایمانداری) کا اجر درکار ہے وہ میرے نام و نشان سے خوب واقف ہے۔

اتنے اہم کارنامہ کا انجام دینے والا کون تھا؟ آج تک کسی کو معلوم نہیں، اس صاحبِ اخلاص مجاہد نے یہ واقعہ بعد میں بھی کسی سے بیان نہیں کیا۔ کیونکہ اگر بیان کرتے تو سننے والا اسے نقل کرتا اور تاریخ میں یہ واقعہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

حضرت سعدؓ نے بھی صرف اس کی صورت دیکھی نام سے وہ بھی بے خبر ہی رہے، صحابہ کرام اپنا معاملہ اس ذاتِ حق سے رکھتے تھے جس پر ان کا ایمان تھا اور قرآن کریم نے اس جماعت کے بارے میں صحیح کہا ہے۔

یبتغون فضلاً من اللہ و نعمتہً

جماعت صحابہ کی اسی اصول پسندی اور احترام قانون کی صفت نے مسلمانوں کے اندر شاہی خاندان کے تصو[ر] کو پھیلنے سے روکا۔ اور شیطانی قوتوں نے جماعت صحابہ کے اندر منافقین داخل کر دیئے تو پھر فتنہ و فساد کا وہ چکر چلا کہ آج تک امت اس میں پھنسی ہوئی ہے۔

شاہی خاندان!

صحابہ کرام کی سب سے بڑی خدمت اسلام یہ ہے کہ ان حضرات نے امت مسلمہ کو شاہی خاندان بننے سے روکا۔

اور یہی کارنامہ ایک طبقہ کے نزدیک وجہ شکایت ہے۔

بنی اسرائیل کے یہود نے اپنے آپ کو شاہی خاندان قرار دیا اور نحن ابناء اللہ و احباءہ کا نعرہ لگایا----!

جھوٹے فخر نے ان پر اخلاقی موت طاری کر دی اور ان کے ساتھ ہی توراۃ کی شریعت بھی ایک داستان پارینہ بن گئی۔
اس کے مقابلہ میں مجموعی اور اجتماعی حیثیت سے امت مسلمہ اپنی خصوصیات پر قائم ہے اور اسلام ایک زندہ اور پائندہ نظام حیات کے طور پر موجود ہے۔

احترام صحابہ امر تعبدی!

حضرات صحابہ کی یہ خصوصیات ان کے غالب افراد اور اکثریت کے لحاظ سے ہیں، ورنہ بشیریت کے تحت اس مقدس جماعت میں بعض افراد ایسے بھی تھے جن سے کمزوریوں کا صدور ہوا۔
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ صحابہ کا احترام امر تعبدی ہے۔
یعنی شریعت کا دو ٹوک حکم ہے جس میں عقل و قیاس کے دخل کی اجازت نہیں۔
یہ بات بھی صحابہ کرام کی غالب اکثریت کے لحاظ سے کہی گئی ہے۔
بعض افراد جو صحابیت کی تعریف کا مصداق ضرور تھے۔ مگر انہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تربیت حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا اس لئے ان سے بعض کبیرہ غلطیوں کا صدور ہوا۔ لیکن ان افراد نے بھی ارتکاب گناہ کے بعد اپنے آپ کو حدود اللہ قائم کرنے اور ان گناہوں سے پاک کرنے کے لئے جس طرح پیش کیا تاریخ میں ان واقعات کی مثالیں ملنی مشکل ہیں۔
جماعت صحابہ کے وہ بعض افراد جن پر حد شرعی جاری ہوئی وہ پانچ چھ سے زائد نہیں، اور ان کا تعلق بھی ان قبائل سے تھا جو رسول پاکؐ کی تعلیم و تربیت سے برائے نام ہی فائدہ اٹھا سکے تھے۔
ان میں قبیلہ اسلم کے بعض مرد (ماعز اسلمی) اور بعض غیر معروف خواتین شامل تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے بارے میں احترام قانون کی سختی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو شارح دین اور شاہد دین تھے وہ مومنِ دین بھی تھے۔ حضورؐ کو بھی آمرِ مطلق اور حاکم حقیقی کی طرف سے قانونِ الٰہی اور شریعت خداوندی پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
حضرت ابراہیمؑ نے جس امت مسلمہ کے لئے دعاء کی تھی آپ کی ذات مقدس بھی اس امت میں داخل تھی۔
اس امتِ مسلمہ میں جس رسول کی بعثت کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے درخواست کی تھی اس کے الفاظ بھی یہی تھے۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم

اس امت میں سے ان کی ہدایت کے لئے ایک رسول مبعوث فرمایا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت خداوندی کے مطابق اپنے آپ کو اول المسلمین (انعام ۱۶۳) فرمایا۔
آپ کو حکم دیا گیا۔ قل امنت بما انزل اللہ من کتاب (الشوریٰ ۱۵)
اے نبی! اعلان کر دو کہ میں خود بھی خدا کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا ہوں۔ اور مجھے بحیثیت ایک نائب و خلیفہ تمہارے اندر انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وامرت لاعدل بینکم اللہ ربنا و ربکم (الشوریٰ ۱۵) (بقیہ صفحہ ۳۵ پر)